رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

مکرمی محمد کمیل صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ
لعقل - قادیان
مکرمی Qadi

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ط

ایڈیٹر ملک بشیر احمد صاحب اختر

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ جمادی الاوّل ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت خدا کے فضل سے قابل حمد ہے۔

(۲) حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت ہفتہ زیر اشاعت میں ناساز رہی۔ احباب اس پاک وجود کی صحت کامل اور عاجل اور درازئ عمر کے واسطے دردِ دل سے دعا کریں۔

(۳) ہفتہ زیر اشاعت میں مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل قید فرنگ میں ۲۱ یوم رہ کر رہا ہو کر آئے جرمانہ کے عوض میں یہ قید تھی۔ غیور فاضل نے بطور احتجاج جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قید و بند کو منظور کر لیا۔ جرمانہ حکومت نے بذریعہ قرقی وصول کر کے ان کو رہا کر دیا۔ یہ قبرستان والے مقدمہ میں بے گناہ سزایاب ہوئے تھے۔

(۴) اگر آپکا چندہ فاروق ۳۰ جون ۳۷ء کو ختم ہو چکا ہے۔ تو آئندہ ششماہی کا چندہ ارسال فرماویں۔ ورنہ وی۔پی حاضر ہوگا۔ جسکو وصول کرنا آپ کا قومی اور اخلاقی فرض ہے۔

فتنۂ منافقین

پڑھ چکے احرار جب اپنی کتابِ زندگی
مفسدوں کا ڈھل گیا جب آفتابِ زندگی
ہو گیا پھٹ کر ہوا ان کا حبابِ زندگی
کر دیا شیطاں نے روشن ماہتابِ زندگی

پیٹھ پھیری جنگ میں جب لشکرِ احرار نے
سر نکالا از سرِ نو فتنۂ اشرار نے

سادہ دل مومن خمارِ عشق سے مدہوش تھے
کچھ منافق چپ تھے گویا آتشِ خاموش تھے
نوجواں بیکار تھے یا محو ناؤ نوش تھے
آستیں میں چند مارِ آستیں روپوش تھے

شکر للہ ہو گیا ہے حکم اب اخراج کا
ہے مہیمن خود محافظ مومنوں کی لاج کا

آتے ہیں فتنے ہمیں بیدار کرنے کے لئے
خوابِ غفلت سے ہمیں ہشیار کرنے کے لئے
خدمتِ دیں پر ہمیں تیار کرنے کے لئے
کفر سے آمادۂ پیکار کرنے کے لئے

احمدیؐ! اٹھ جاذبِ صدر رحمتِ رحمان ہو
شمعِ زیتونی پہ پروانہ صفت قربان ہو

اک جری اللہ ہے تختِ خلافت کا امیں
حضرتِ محمود فخرِ مومنین و مخلصیں
شہسوارِ عرصۂ علم و عمل دنیا و دیں
مصلح موعود سیدنا امیر المؤمنیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پرچمِ اسلام کو تو کر سکے گا سر نگوں
دشمنِ حق! ایں خیال است و محال است و جنوں

صدق کے پیشِ نظر اعدائے حق مرعوب ہیں | تا قیامت حضرتِ محمود کے مغلوب ہیں
راندۂ درگاہِ اقدس ہر گھڑی معتوب ہیں | کچھ تو ہیں ضالین اور باقی جو ہیں مغضوب ہیں

بے اثر ہیں مردِ مومن کے لئے سب دھمکیاں
کیا ڈرائیں گی بھلا شیروں کو گیدڑ بھبکیاں

اک پریشاں خواب ہے لاریب دعویٰ رسوخ | بے اثر بے سود ہے سب شور و غوغائے رسوخ
ایک چھینٹے سے اگر گھل گھل کے بہ جائے رسوخ | تو پکار اٹھے گا جھنجھلا کر کہ اے وائے رسوخ

تیری تدبیروں پہ خندہ زن ہے تقدیرِ خدا
ہاں ذرا پیچ کر دکھا آتی ہے شمشیرِ خدا

(راجہ محمد اسلم بی۔اے۔ دارالرحمت۔ قادیان ۶ ۷/۳۷)

رباعیاتِ اسلم

(۱) آؤ اسلام کے دیوانے بنیں
شمعِ ایمان کے پروانے بنیں
ایک رشتے میں منسلک ہو جائیں
ایک تسبیح کے سب دانے بنیں

(۲) کافر بزعمِ خویش بڑا متقی سہی
اسکی نگاہِ کور میں ہم مفتری سہی
لیکن نبی ہیں حضرتِ احمدؐ بلاشبہ
ظلی سہی مجازی سہی امتی سہی

(۳) نہیں ممکن خدا کی ہمسری ہو
کسی کے لب پہ گر وردِ ہری ہو
خدا کو چھوڑ کر ایمان کامل
اگر تم کر سکو جادو گری ہو

(۴) چونکہ تبلیغِ حق ہے اپنا فرض
اس لئے ہے یہ دست بستہ عرض
اے عدوِّ خلافتِ محمود
پڑھ لیستخلفنّھم فی الارض

(۵) بدی کے قصر سر ہوتے ہیں پاکیزہ خیالوں سے
خدا کی فوج ڈر سکتی نہیں نیزوں سے بھالوں سے

اگر ایمان تجھے محبوب ہے اے مومنِ مخلص
منافق کو جلا دے نیم شب آہوں سے نالوں سے

(۶) دیارِ غیر میں کچھ سر فروش پھرتے ہیں
نثارِ ساقیٔ مے بادہ نوش پھرتے ہیں
الٰہی! ان کا محافظ ہو تو کہ یہ عاشق
وطن کو چھوڑ کے خانہ بدوش پھرتے ہیں

(۷) خدا زمانے کے بچھڑے ہوئے ملاتا ہے
دلوں کو حسن کے جلووں سے کھینچ لاتا ہے
کہاں چلا ہے مقدر سے روٹھ کر ناداں
ادب نصیب! خلیفے خدا بناتا ہے۔

(۸) ہماری آنکھ کی ٹھنڈک ہیں حضرتِ محمود
بحال کر مرے شافی! تو صحتِ محمود
سزا نہ دے ہمیں اللہ یوں گناہوں کی
کہ ہم سے چھین لے تو فیضِ صحبتِ محمود

(۹) مرے جگر کو خدا اضطرابِ بسمل دے
الٰہی سوزِ دعا سے بھرا ہوا دل دے
پلائیں فضلِ عمرؓ آج پھر مئے عرفاں
مرے حبیب کو یارب شفائے کامل دے

کر کے محمود کی نافرمانی (۱۰)
بچ نہیں سکتا کوئی ہامانی
ہر عدو خائب و خاسر ہوگا
شیخِ مصری ہو کہ یا ہو کوئی ملتانی

خدا کا نور ہے جلوہ فگن قرآن کی مشعل میں (۱۱)
ہے کتنا فرق ظاہر مطمئن میں اور بے کل میں
مصدق ہیں مرے کشفِ مسیح و وحیِ قرآنی
ہیں مومن قبرِ سیمیں میں منافق درکِ اسفل میں

جنابِ شیخ! ہے بیعت سے اجتناب غلط (۱۲)
جہاں جواز ہے اس کا ہے وہ کتاب غلط
گو آئیں نقص نظر تیری چشمِ کج بیں کو
نہیں ہے قادرِ مطلق کا انتخاب غلط

مسیحِ پاک کی اولاد پر ہے فضلِ رحمانی (۱۳)
مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ ہے وحیِ ربانی
قضائے آسماں ہے ہر منافق کی سزایابی
کوئی ہو شیخ مصری مستری ہو یا کہ ملتانی

تجلی ریز جب تک بزم میں شمعِ خلافت ہو (۱۴)
دلوں میں موجزن اک جذبۂ عشق و محبت ہو
یقیناً نیست و نابود ہو جائینگے سب فتنے
جو ہوں ہر روز جلسے روز اظہارِ عقیدت ہو

لڑائی جاری رہے گی منافقوں کے خلاف (۱۵)
معاندوں کے خلاف اور فاسقوں کے خلاف
یہ فتنہ مومنو! فی ذاتہا حقیر سہی
مگر اہم ہے۔ کہ اٹھا ہے صادقوں کے خلاف

ہے خلافت کی جہاں میں روشنی پھیلی ہوئی (۱۶)
انبیاء کے چاند کی ہے چاندنی پھیلی ہوئی
قوم کے دل جذبۂ ایثار سے معمور ہیں
کیا عجب ہے قادیاں میں "سنسنی" پھیلی ہوئی

ملت کا حالِ زار مری چشمِ تر سے پوچھ (۱۷)
حسنِ عمل مسیحؑ کے غضِّ بصر سے پوچھ
منظور گر تجھے ہے شفایابیٔ نفاق
اس کا علاج حضرتِ فضلِ عمرؓ سے پوچھ

خاکسار راجہ محمد اسلم بی۔اے۔ دارالرحمت قادیان

(۱۸) پنجابی رباعی بعنوان "منافقاں نال اک دو گلاں"
رکھ کے دِل توں۔ بے تسک کِل توں۔ کجھ نہیں وِگڑے گا۔ لائے ٹِل توں۔ راجہ محمد اسلم بی۔اے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۴

شنائی مشن

رسالہ تعلیمات مرزا کا جواب

مسیح ناصریؑ کی توہین کی تردید

(۳)

آریوں کا ایشور

ظاہر اور واضح امر ہے۔ کہ ایک ہی خدا ہے۔ جو رب العالمین ہے۔ آریوں اور عیسائیوں کا بھی وہی خدا ہے۔ لیکن مولوی صاحب جس طرح اخبار اہلحدیث میں "شیعوں کا علی" عنوان دے کر بہت کچھ شائع کر چکے ہیں۔ اسی طرح سے آریوں کے پرمیشور کے متعلق بعض حوالجات ہم اہلحدیث سے درج ذیل کرتے ہیں:۔

(۱) "پرمیشور نے کمال کیا ہے۔ کہیں پرمیشور عورت بن کے بات کرتا ہے۔ کہیں مرد بن کے کلام کرتا ہے۔ کہیں کچھ بنتا ہے۔ کہیں کچھ بنتا ہے۔"

(اہلحدیث ۲۱ر مارچ سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱)

(۲) "اب کہو۔ ویدوں والا ایشور کیا ثابت ہوا۔ اول تو ماں باپ کے سونے کی تمنا کرتے ہوئے کتا مہاراج کو بھی سلایا گیا ہے۔ نہ معلوم کیوں؟ کیونکہ سونے والے ایشور نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ جب ایشور نہ بتلا سکا۔ تو آریہ سماجی بیچارے کیا بتلائیں گے۔ دوسرے یہ کہ ایشور کو بھی سلایا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایشور کس چیز پر سوتا ہے۔ اور کہاں"۔

(اہلحدیث ۱۱ر اپریل سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۰)

(۳) "بڑا افسوس ہے۔ کہ پرمیشور تو چوری جھوٹ فریب کی وجہ سے انسانوں کو دوسرے قالب میں بھیج دیتا ہے۔ اسکو یہ کیا حق حاصل تھا کہ اس نے دھرم کے تین چرن گھٹا دیئے۔ پرمیشور نے بڑی زیادتی کی۔ اسکو ایسا ہرگز نہ چاہیئے تھا۔ یا تو وہ تبادلہ جون کی سزا دیتا۔ یا دھرم کا چرن گھٹا دیتا۔ یہ دوہری سزا کیسی؟ امید قوی ہے۔ کہ آریہ صاحبان اس پر غور کر کے پرمیشور کے دامن کے دھبہ کو جو اس نے اس معاملہ میں ناانصافی کی ہے۔ صاف کر دیں گے۔ (اہلحدیث ۲۸ر فروری سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۹)

(۴) "آریوں کا بے کار پرمیشور" عنوان دیکر لکھا ہے:۔

"پرمیشور صاحب نہ اس میں کچھ کمی کر سکتے ہیں۔ نہ زیادتی۔ کیا آریوں کا پرمیشور عضو معطل ہے۔ اس سے کوئی اختیار ہی نہیں۔ دیکھو آریہ صاحبان کہ تمہارے منو جی اور دیانند جی نے پرمیشور کو کیا عضو معطل قرار دیا ہے۔" (اہلحدیث ۲۸ر فروری سنہ ۳۰ء صفحہ ۱۴)

ان حوالجات کو پڑھنے کے بعد ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جب خدا ایک ہی ہے۔ تو کیا پھر آریوں کے پرمیشور کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ ذات باری کی توہین نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا یہ ظاہر نہیں۔ کہ جس طرح یسوع اور مسیح دو قوموں کے نقطۂ نظر سے ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ اسی طرح اللہ God۔ یزدان خدا پرمیشور ایک ہی ذات کے مختلف نام ہیں۔ اس صورت حالات کے باوجود اگر اہلحدیث میں آریوں کے ایشور کے نام پر اتنی توہین کرنے سے اللہ تعالےٰ کی ہتک عزت لازم نہیں آتی۔ تو فرمائیے۔ کہ عیسائی مسلمات کے موافق یسوع کا ذکر کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کیونکر لازم آگئی۔ خدارا سوچو اور انصاف سے کام لو۔ اور مخلوق خدا کو دھوکہ نہ دو۔ مولوی صاحب نے خود لکھا ہے:۔

"جب تک ہم زبان نبی کتاب لے کر نہ آوے۔ تب تک اللہ اللہ یا رام رام کو چھوڑنا ناکافی ہوگا"۔

(اہلحدیث ۲۰ر جون سنہ ۳۰ء صفحہ ۱۲)

پھر مولوی ثناء اللہ صاحب نے پنڈت دھرم بھکشو کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"پرماتما ہم سے پوچھے گا۔ تو ہم تمہاری سفارش میں یہ کہیں گے۔ ؎

بخشش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر
خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعویٰ کیسا"۔

(اہلحدیث ۲۷ر جون سنہ ۳۰ء صفحہ ۲)

فرمائیے۔ جب پرماتما اور اللہ ایک ہی ہے۔ جس کے حضور سب انسان پیش ہوں گے۔ تو مندرجہ بالا حوالجات کا کیا جواب ہے۔ جو جواب آپ ان کا دینگے وہی جواب ہمارا ہے۔ بلکہ ہمارا جواب اس سے زیادہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واضح ہے۔

خلاصۂ کلام:۔ ہم اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی بھی مانتے ہیں۔ اور مسلمان بھی۔ مگر عیسائی کیا مانتے ہیں۔ پڑھ لیجئے:۔

"اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ مسیحی لوگ حضرت عیسیٰ کے حق میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ مسیحی لوگ مسیح کو کفارہ سمجھتے ہیں۔ اسکی بناء ان کے بہت بڑے بزرگ پولوس کے قول پر ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا۔ سو لعنتی ہے"۔ (اہلحدیث ۱۱ر جولائی ۳۰ء)

مسلمان نہ ان کو کفارہ مانیں۔ نہ ان کی الوہیت کے اقراری ہیں۔ بلکہ صرف ایک رسول معصوم مانتے ہیں وبس۔ اخبار نور افشاں نے لکھا ہے:۔

"اہل اسلام بے شک ہمارے مذہب کا اور خداوند یسوع مسیح کا احترام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن شریف سب نبیوں کا احترام کرتا ہے۔ کسی ایک کو برا نہیں کہتا۔ مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ حضرت محمد مکی ومدنی کے پیرو خداوند مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں لکھتے۔ اور نہیں مانتے"۔ (نور افشاں ۲۴ر جون ۳۰ء)

اندریں صورت عیسائیوں کے مسلمات کو پیش کرنا حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں ہوگی۔ بلکہ علماء سوء کی طرف سے توہین کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراف

اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے:۔

"ہم پوچھتے ہیں۔ کہ قابل ایڈیٹر نے جو کہا ہے۔ کہ انجیل میں ان کی نسبت جو لکھا ہے۔ وہی مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کیا ایڈیٹر صاحب ان الفاظ منقولہ کا ثبوت انجیل سے دکھائیں گے؟ دکھادیں گے۔ تو نہ نور افشاں کو گلہ ہوگا۔ نہ ہم کو"۔ (۲۸ر فروری ۱۹۳۰ء)

گویا اب صرف یہ مطالبہ رہ گیا۔ کہ جو کہا گیا ہے۔ اس کا ثبوت انجیل سے دے دو۔ پھر نہ قدیم مسیحیوں کو اور نہ جدید عیسیٰ پرستوں کو گلہ ہوگا۔ چنانچہ ہم تفصیلی جوابات کے ضمن میں اس مطالبہ کو بھی پورا کرتے جائینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ بہرحال یہ سطور تیار ہی ہیں۔ کہ اگر انجیل میں وہ باتیں مذکور ہوں۔ تو پھر یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں۔ وہو المراد۔

اخلاقی سبق:۔ رسالہ "تعلیمات" کے آخری صفحہ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کے معتقد کہا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے حضرت نے اس عیسیٰ مسیح کو برا[1] نہیں کہا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ بلکہ اسکو کہا ہے۔ جس کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ اپنی الوہیت اور تثلیث کی تعلیم دے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم نے جو حوالے نقل کئے ہیں۔ اس میں تین لفظ خاص قابل غور ہیں۔ عیسیٰ مسیح اور علیہ السلام[2]۔ یہ تینوں اسلامی اصطلاح کے لفظ ہیں۔ انہیں نامول[3] سے برا کہا گیا ہے علاوہ اس کے قرآن مجید میں یہ بھی ایک اخلاقی سبق ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم۔ یعنی جن لوگوں کو غیر مسلم پکارتے ہیں۔ تم مسلمان لوگ ان کو برا نہ کہو۔ ورنہ ضد اور جہالت سے وہ خدا کو برا کہیں گے۔ فرض کرلیں۔ کہ مرزا صاحب نے عیسیٰ مسیح مسلمہ اسلام رسول کو برا نہیں کہا۔ بلکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کو برا کہا ہے۔ تو بھی بحکم آیت مرقومہ ناجائز فعل ہے"۔ ص۳۲۔

اسی طرح ایک نامہ نگار نے لکھا ہے:۔

"کیا عیسائیوں کے اعتراض پر آنحضرت بھی غضب میں آکر ترکی بہ ترکی جواب دینے پر تل گئے تھے۔ اور مرزا قادیانی کی طرح کہہ دیا تھا۔ کہ مسیح شراب پیتے تھے۔ اور عورتوں سے سر میں تیل ڈلواتے تھے"۔

(اہلحدیث ۸ر نومبر ۲۹ء)

گویا ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق عمل اگر الزامی بھی ہو۔ اعتقادی نہ ہو۔ تب بھی آیت لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ کے اخلاقی سبق اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے خلاف ہے۔

الجواب:۔ اوّل۔ ہم اوپر اہلحدیث سے وہ حوالجات درج کرچکے ہیں۔ جن میں آریوں کے پرمیشور کو بے کار۔ غیر منصف۔ عورت۔ سونے والا۔ اور عضو معطل وغیرہ کہا گیا ہے۔ کیا یہ فعل اس آیت کے خلاف نہیں؟ کیا آریہ لوگ پرمیشور کی عبادت نہیں کرتے؟۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ خود اسی عبارت بالا میں مسیح کو عیسائیوں کا "مصنوعی خدا" کہا ہے۔ کیا یہ لفظ نصاریٰ کو پسند آئیگا؟ آپ کے قاعدہ سے تو یہ بھی سب ہے۔ گویا جو مفہوم آپ نے آیت قرآنی کا لیا ہے۔ اسکی رو سے آپ تو مجرم ہیں۔ سچ ہے۔ ع

دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت

دوم۔ قرآن مجید میں مشرکین کے معبودوں کے متعلق جو کچھ درج ہے۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (انبیاء ۷۴) ضعف الطالب والمطلوب (حج ۷۴) اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (النحل ۲۶) ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون الا شیطانا مریدا (نساء ۱۸۶) ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ

---

[1] برا نہیں کہا۔ بلکہ عیسائیوں کے عقیدہ کو پیش کردیا ہے۔ ابو العطاء۔ [2] ذرا تو عقل سے کام لیں۔ کیا برا کہنے والا "علیہ السلام" کہکر برا کہا کرتا ہے۔ یہ تو صاف دلیل ہے۔ کہ اسجگہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مقدس شخصیت مسلم ہے۔ باقی اعتراض اس پاک ہستی کے اس غلط تصور پر ہے۔ جو عیسائی پیش کرتے ہیں۔ اور انکے مسلمات کی بناء پر۔ (ابو العطاء)

[3] نام تو تین شخص کیلئے ہوتے ہیں۔ جبکہ اسجگہ صرف اعتبار مسیحیت کا اظہار کرنا ہے۔ تو نام تو وہی لینا پڑیگا۔ نام پر ہی جھگڑا ہے۔ تو پڑھیئے۔ آپ خود لکھ چکے ہیں۔ "ہمارے ملک میں ایک نئی تثلیث قائم ہوئی ہے۔ جو عیسائیوں کی تثلیث سے

---

[1] سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتے۔ کہ کسی قومی کام میں مل کر کام کریں"۔ (اہلحدیث ۵ر اپریل ۱۹۱۲ء صلہ) فتدبر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھامن سلطان (النجم ۱۶) انھن اضللن کثیرًا من الناس۔ (ابراہیم ۶۶) یعنی اے مشرکو۔ تم اور تمہارے معبود جہنم میں جائیں گے۔ ان بتوں کا طالب بھی کمزور ہے۔ اور یہ مطلوب بھی کمزور ہیں۔ یہ سب معبودان باطلہ مردہ ہیں۔ زندہ نہیں اور نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ لوگ صرف عورتوں کو پکارتے ہیں۔ ہاں وہ صرف شیطان سرکش کو پکارتے ہیں۔ یاد رکھو یہ صرف نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔"

اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان آیات میں بتوں کے نقائص نہیں بتائے گئے؟ یقیناً! تو پھر کیا خود خداوند تعالےٰ نے حکم لاتسبوا پر عمل نہ کیا۔ نعوذ باللہ حقیقت یہ ہے۔ کہ گالی چڑانے کے لئے ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات درباره حضرت مسیح علیہ السلام اظہار واقعہ کے طور پر مسلمات خصم ہیں۔ گالی نہیں ہیں جسکی ممانعت ہے۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ مشرکین ان الفاظ کو گالی قرار دیں۔ اور درپے آزار ہو جائیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کفار مکہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"ان کو تو قرآن کی ہدایت سے سخت نفرت تھی۔ بار بار یہی کہتے تھے۔ کہ اس قرآن کو بدل ڈال کوئی اور کتاب ہمارے پاس لا۔ یہ تو اچھا نہیں۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۱ صـ۴۴۷)

پس لاتسبوا الذین کا مطلب خود قرآن کے عمل سے ظاہر ہے۔

سوم۔ اگر کوئی شخص طالب حق ہے۔ تو اس کے لئے ہم قرآن مجید سے ذیل میں دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح حل ہو جاتا ہے۔ کہ آیت لاتسبوا الذین یدعون کا کیا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہِ والمسیح بن مریم (توبہ ۵۶)

ان یہود و نصاریٰ نے اپنے رہبانوں اور احبار کو خدا کے سوا رب بنا رکھا ہے۔ پھر اسی جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ۔ (توبہ ۵۶) بہت سے احبار اور رہبان لوگوں کے مال باطل طور پر کھاتے اور صراط مستقیم سے گمراہ کرتے ہیں۔ گویا بتا دیا۔ کہ اظہار حق کے لئے مصنوعی خدا کی حقیقت کا بیان کرنا نہ صرف اخلاق بلکہ دین کے لحاظ سے بھی ضروری ہے۔ یہی اللہ تعالےٰ کی عادت ہے۔ اور یہی اس کے مرسلوں کی سنت ہے کیا اس قدر واضح بیان کے بعد بھی کسی شک کی گنجائش ہے۔ ھل فیکم رجل رشید؟

چہارم۔ آیت لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ (سورۃ انعام ع ۱۳) میں وارد ہے۔ اور یہ رکوع ہی "بدیع السمٰوٰت والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ" سے شروع ہوتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ معبودانِ باطلہ کی واجب تردید نہ صرف یہ کہ سب وشتم میں داخل نہیں۔ بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید مداہنہ نہیں سکھاتا۔ ہاں امر واقعہ یا مسلم خصم اور گالی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پنجم۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصاریٰ کے مسلمات کی بناء پر بھی جو کچھ لکھا۔ وہ جوابی طور پر لکھا۔ یعنی بطور دفاع۔ اور یہ اسلام کی عین تعلیم ہے۔ اور تمام متکلمین اسلام اسی پر کاربند رہے ہیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کے جواب میں اسے کہا۔ امصص بظر اللات۔ جالات بت کی شرمگاہ چوستا رہ۔ (زاد المعاد جلد ۱ صـ۳۷۵) کیا یہ بداخلاقی ہے۔ پھر اہلحدیث کے اصحاب کا جو طرزِ عمل ہے۔ اس کا بھی تھوڑا سا نمونہ ذکر ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جہلاء کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح کو گالیاں دیں۔ خلاف اخلاق فعل کیا۔ آہ! ان لوگوں نے تقویٰ کو بکلی خیرباد کہہ دیا۔ اور اسلام کی غیرت بھی ان سے جاتی رہی۔ ہم اس بحث کو ختم کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ خاص اس بارہ میں درج ذیل کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہمارے علماء جو اسجگہ لاتسبوا کی آیت پیش کرتے ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ اس آیت کو ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے۔ نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔ اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دشنام دہی کی صورت میں اسکو سمجھ لیوے۔ اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے۔ تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے۔ کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے۔ بلکہ بت پرستوں کے ان بتوں کو جو اُن کی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔ اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا۔ اور ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے۔ بلکہ اللہ جل شانہٗ مداہنہ کی ممانعت میں صاف فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی ان کی کفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ کریں۔ وہ بھی ان جیسے ہی بے ایمان ہیں الخ" (ازالہ اوہام صـ۹)

پس حضرت مسیح موعودؑ کا عمل نہایت نیک نیتی اور ضرورت حقہ پر مبنی ہے۔ اسلام کی شان اور نبی کریم صلعم کی عظمت کے اظہار کے لئے اس کے اختیار کرنے کی ازبس ضرورت تھی۔ گو یہ طریق بیان ابتداءً حضرت اقدسؑ نے پسند نہ فرمایا۔ مگر ضرورت کے وقت ابطال باطل کے لئے اختیار فرمایا۔ اور نیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے نیک ہونے سے کئی بظاہر ناپسندیدہ فعل اچھے ہو جاتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"ہماری نیت حق و باطل میں تمیز کرنے کی ہے۔ اس لئے اس بظاہر ناپسندیدہ فعل کے عند اللہ پسندیدہ ہونے کی توقع رکھتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔

(رسالہ محمدؐ قادیانی ص۹)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کے اظہار کے لئے جو کچھ کیا۔ قابل صد ہزار تحسین ہے۔ خدا اس برگزیدہ کے درجات بلند فرمائے۔ جس نے اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو بچایا۔ اور مسلمانوں کو عیسیٰ پرستی کی بجائے توحید اور عظمت نبوی کا سبق دیا۔ خوب فرمایا۔ ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
وآں مسیح ناصری شد از دمِ او بے شمار

(ابو العطاء) (باقی دارد)

دیانند مشن

نیستی سے ہستی

(۲)

آریہ دوست کہتے ہیں۔ کہ نیست سے ہست اس لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ نیست کے تو معنی ہی ہیں۔ کہ جو نہ ہو۔ اور جو نہ ہو۔ اس سے ہست ہو جاوے یہ ہنسی کی بات ہے۔ یعنی نیستی علت مادی ہستی کی نہیں بن سکتی۔

جواب:۔ آریوں کے اس فقرہ پر مجھے ہمیشہ حیرانی آیا کرتی ہے۔ کہ یہ لوگ اردو بھی نہیں جانتے۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ تو وہ جھٹ کہدیتے ہیں۔ کہ نیستی کس طرح ہستی کی علت مادی بن سکتی ہے۔ وہ تو خود معدوم ہے۔ معدوم کس طرح موجود کی علت مادی ہو سکتی ہے۔ مگر ان کو جاننا چاہیئے۔ اور اگر پہلے نہیں جانتے۔ تو اب جان لیں۔ کہ ہمارا یہ کہنا کہ خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ اس میں لفظ "سے" علت مادی کے اظہار کے لئے نہیں آیا۔ کہ گویا نیست کوئی وجودی شے تھی۔ جس سے خدا نے ہست کو پیدا کیا۔ جس طرح مٹی سے کمہار گھڑا بناتا ہے۔ کیونکہ لفظ "سے" ہمیشہ علت مادی ہی پر نہیں آتا۔ بلکہ اس کا استعمال کئی طرح سے ہوتا ہے۔ جسکی مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) مٹی سے گھڑا بنتا ہے۔

(۲) خدا اپنی قدرت سے سرشٹی رچاتا ہے۔

(۳) فلاں شخص بیماری سے اچھا ہو گیا۔ یا امیر سے غریب ہو گیا۔ یا غریب سے امیر ہو گیا۔

اب ان مثالوں پر نظر ڈالو۔ ہر مثال میں "سے" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر یکساں طور پر نہیں۔ بلکہ مختلف معنوں میں۔ پہلی مثال میں "سے" علت مادی کے اظہار کے لئے آیا ہے۔ یعنی گھڑے کی علت مادی مٹی ہے۔ دوسری مثال میں "سے" مادی نہیں بلکہ علت فاعلی کے اظہار کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ قدرت علت مادی نہیں بلکہ علت فاعلی ہے مگر تیسرے نمبر میں جس قدر مثالیں ہیں۔ ان میں لفظ "سے" نہ تو علت مادی کے اظہار کے لئے ہے۔ اور نہ علت فاعلی بتانے کے لئے۔ بلکہ ان مثالوں میں "سے" کا لفظ اظہار ضد یعنی حالات کے متضاد ہونے کے لئے آیا ہے۔ مثلاً آریہ روز سنتے ہیں۔ کہ زید بیماری سے اچھا ہو گیا۔ مگر کوئی نہیں کہتا۔ کہ میاں کیا بیماری اچھا ہونے کی علت مادی ہے؟ یا یہ سنکر کہ فلاں شخص غریب سے امیر ہو گیا کوئی آریہ ہنسی نہیں اڑاتا۔ کہ کیسا غلط فقرہ ہے کیونکہ غریبی امیری کی علت مادی نہیں۔ وجہ اس اعتراض نہ کرنے کی یہ ہے۔ کہ آریہ خوب جانتے ہیں۔ کہ کہنے والے کا یہ منشا نہیں۔ کہ غریبی یا بیماری کوئی مادہ ہیں۔ جن سے تندرستی اور امیری پیدا ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ لفظ "سے" صرف اس لئے استعمال ہوا ہے۔ کہ بتایا جاوے۔ کہ امیری ہمیشہ سے نہیں۔ بلکہ پہلے غریبی تھی۔ نیز تندرستی قدیم سے نہیں۔ بلکہ پہلے بیماری تھی۔ اسی طرح ہم آریوں کو کہتے ہیں۔ کہ جب ہم کہا کرتے ہیں۔ کہ خدا نیست سے ہست کرتا ہے۔ تو لفظ "سے" بول کر ہم یہ مراد نہیں لیا کرتے۔ کہ نیست کوئی چیز ہے۔ جو ہستی کی علت مادی ہے۔ بلکہ لفظ "سے" کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ یہ دنیا کی ہستی اور اشیاء کا وجود قدیم سے نہیں۔ بلکہ حادث ہے۔ پہلے یہ اشیاء نہ تھیں۔ نہ ان کا مادہ تھا۔ نہ یہ روحیں تھیں۔ غرض یہ تو اردو زبان کے نہ سمجھنے سے اعتراض آریوں کو پیدا ہوتا ہے۔ وہ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ کہ:۔

(۱) کمہار مٹی سے گھڑا بناتا ہے۔

(۲) نجار نے لکڑی سے میز بنائی۔

(۳) لوہار نے لوہے سے قفل بنایا۔

جس طرح ان مثالوں میں لفظ "سے" علت مادی کے اظہار کے لئے آیا ہے۔ یعنی ان فقروں میں مٹی۔ لکڑی اور لوہے کے جو الفاظ لفظِ "سے" کے ماقبل ہیں۔ وہ ما بعد یعنی گھڑا۔ میز اور قفل کی علت مادی ہیں۔ اسی طرح

"خدا نے اس دنیا کو نیست سے ہست کیا"

کے فقرہ میں بھی لفظِ "سے" کا ماقبل یعنی "نیست" اس کے مابعد یعنی "ہست" کی علت مادی کے اظہار کے لئے ہے۔ اور پھر چونکہ انہوں نے دیکھا کہ نیست تو کچھ نہیں ہوتا۔ تو جھٹ اعتراض کر دیا۔ کہ جو خود کچھ نہ ہو۔ وہ کس طرح کسی چیز کی علت مادی بن سکتا ہے۔ مگر یہ سراسر اردو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں لفظ "سے" علت مادی کے اظہار کے لئے نہیں آیا۔ کہ نیست کوئی مادہ ہے۔ جس سے ہست پیدا ہوا یا نیست کوئی حجرہ ہے۔ جس سے ہست کا وجود برآمد ہوا۔ بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہاں لفظ "سے" اسی طرح استعمال ہوا ہے۔ جس طرح "بیماری سے صحت ہوگئی" میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ بتانے کے لئے کہ لفظ "سے" کا مابعد یعنی صحت ہمیشہ سے نہیں۔ بلکہ پہلے بیماری تھی۔ پھر صحت حاصل ہوئی۔ اسی طرح ہمارا یہ کہنا بھی کہ خدا نے دنیا کو نیست سے ہست کیا۔ یہی مطلب رکھتا ہے۔ کہ دنیا اور اس کا مادہ اور روحیں قدیم سے نہیں۔ بلکہ بعد میں بنی ہیں۔ ورنہ لفظ "سے" کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ نیست کوئی شے ہے۔ جس سے خدا نے دنیا بنائی غرض آریوں کو ہمارے اردو فقرہ کے نہ سمجھنے سے غلطی لگی ہے امید ہے۔ کہ آئندہ وہ یہ اعتراض نہ کیا کریں گے۔ یہاں پر ضمناً آریوں کے اس مشہور اعتراض کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جو وہ کُنْ پر کیا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ انما امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (یٰسٓ ۵۶) یعنی جب خدا کچھ بنانا چاہے تو وہ اسکو کہتا ہے۔ کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ اس سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ خدا نیست سے ہست نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر محض عدم سے وجود میں کسی چیز کو لاتا۔ تو وجود سے پہلے اسے کُنْ کا حکم کس طرح دے سکتا تھا۔ جو چیز ہو ہی نہ اور محض عدم ہو۔ اسکو مخاطب ہی نہیں کیا جاتا۔ پس کُنْ کا حکم دینا ثابت کرتا ہے۔ کہ جو چیز بھی بنائی جاتی ہے۔ وہ مادہ سے بنائی جاتی ہے۔

جواب:۔ جاننا چاہیئے۔ کہ کلام کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور مجازی۔ اور ان قسموں کو سوامی دیانند نے بھی تسلیم کیا ہے۔ بلکہ کوئی ہوشمند بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ کلام مجازی ہے یا حقیقی۔ تو آیت کو پڑھو۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مجازی۔ کیونکہ یہی لفظ کُنْ بتاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے معنی ہیں ہو جا۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جاوے کہ اس کا مخاطب مادہ ہے۔ مگر پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مادہ تو غیر ذی شعور ہے۔ وہ کس طرح حکم کا مخاطب ہو سکتا ہے؟ غرض آریوں کی بات بھی مان لی جاوے۔ کہ ہست سے ہست ہوتا ہے اور کُنْ کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ چیز سے چیز بنتی ہے۔ مگر پھر بھی ایک اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ چیز جس سے دوسری چیز بنی وہ تو غیر ذی شعور تھی۔ وہ کُنْ کا مخاطب کس طرح ہو سکتی ہے؟ غرض کوئی صورت بھی ایسی نہیں۔ کہ اس کلام کو حقیقت پر محمول کر سکیں۔ نیز آریوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ جس طریق استدلال سے اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز بھی بنتی ہے۔ اس کا مادہ پہلے سے موجود ہوتا اس طریق استدلال سے چیز کے مادہ کا موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ ہر چیز بننے سے پیشتر ہی بنی بنائی مکمل ہوتی ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر بے عقلی کا ترجمہ کون مترجم کر سکتا ہے۔ کہ کوئی چیز اپنے بننے سے پیشتر بنی ہوئی ہو۔ پھر بھلا بننے کے کیا معنے ہوئے؟ بننا تو کہتے ہی اسے ہیں۔ کہ ایک چیز نہ ہو۔ اور بعد میں ہو جاوے۔ دیکھو۔ آریوں کے طریق استدلال سے معنی کرنے کے لئے یوں کرو۔ کہ آیت میں بجائے لفظ شیئاً کے کوئی خاص شے مثلاً زید۔ زمین۔ آسمان ان تین چیزوں کے نام رکھ کر اس آیت کو پڑھو۔ تو آیت یوں بن جاوے گی:۔

انما امرہٗ اذا اراد زیداً ان یقول لہ کن فیکون

انما امرہ اذا اراد الارض ان یقول لہ کن فیکون

انما امرہ اذا اراد السمآء ان یقول لہ کن فیکون

معنی ترتیب واریوں ہوئے:۔

(۱) خدا کا تو صرف اتنا کام ہے۔ کہ جب وہ زید کو بنانا چاہتا ہے۔ تو اسکو (یعنی زید کو) کہدیتا ہے۔ کہ ہو جا پس وہ (یعنی زید) ہو جاتا ہے۔

(۲) خدا کا تو صرف اتنا کام ہے۔ کہ جب وہ زمین بنانا چاہتا ہے۔ تو وہ اس کو (یعنی زمین کو) کہدیتا ہے کہ ہو جا تو وہ (یعنی زمین) ہو جاتی ہے۔

(۳) خدا کا تو صرف اتنا کام ہے۔ کہ جب وہ آسمان کو بنانا چاہتا ہے۔ تو وہ اسکو (یعنی آسمان کو) کہدیتا ہے۔ کہ ہو جا۔ پس وہ (یعنی آسمان) ہو جاتا ہے۔

اب آریہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ کہ کیا ان کے طریق استدلال کی رو سے ان فقروں سے یہ نکلتا ہے۔ کہ ہر چیز کے بننے سے پیشتر اسی کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ جو کہ کُنْ کا مخاطب ہے۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خود چیز ہی موجود ہوتی ہے جسے حکم ہوتا ہے۔ کہ تو بن جا؟ دیکھو۔ ان یقول لہ میں لہٗ کی جو ضمیر ہے۔ یہ اذا اراد شیئاً میں شیءٍ کی طرف پھرتی ہے۔ نہ کہ شے کے مادہ کی طرف۔ ہاں اگر اس آیت کے یہ الفاظ ہوتے کہ ان یقول لمادّتہٖ تو بے شک آریوں کا حق تھا۔ کہ وہ کہتے۔ کہ ہر چیز سے پیشتر اس چیز کا مادہ ہوتا ہے۔ اور وہی مادہ کُنْ کا مخاطب ہے۔ مگر آیت میں لہ کا لفظ ہے۔ جس کی ضمیر خود شے کی طرف پھرتی ہے۔ اور لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے:۔

کہ جب خدا کوئی چیز بنانا چاہتا ہے۔ تو اس چیز کو کہتا ہے۔ کہ تو ہو جا۔ پس ہو جاتی ہے۔ بھلا یہاں مادہ کا کہاں ذکر ہے؟ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ مجازی کلام ہے۔ جس کا اصلی مطلب ہم آگے چل کر بتاویں گے۔ مگر آریوں کو اگر یہی اصرار ہے۔ کہ اندھا دھند لفظی پابندی کی جاوے۔ تو پھر وہ کان کھول کر سنیں۔ کہ ان کے طریق استدلال سے کسی چیز کے وجود سے پیشتر اس کے مادہ کا موجود ہونا اور پھر اس کا کُنْ کے ذریعہ مخاطب ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر احمقانہ طور پر لفظی پابندی کی جاوے۔ تو پھر فقرہ یوں بن جاویگا۔ کہ خدا جس چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ چیز پہلے سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر اس بنی بنائی سے کہتا ہے۔ کہ تو بن جا۔ پھر وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن جاتی ہے۔ آریو۔ منطق کی داد دینے والو۔ فلسفہ فلسفہ کہکر زبان خشک کرنے والو۔ کیا تم وید کے مجازی منتروں کا ایسا ہی لفظی ترجمہ کیا کرتے ہو؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ جو آریہ اس آیت سے نکالتے ہیں۔ کہ چونکہ کُنْ کا کوئی مخاطب ہونا چاہیئے۔ وہ مادہ ہے۔ یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس آیت میں خود تصریح کردی ہے۔ کہ کُنْ کا مخاطب لہٗ کی ضمیر کا مرجع ہے۔ جیساکہ فرمایا۔ ان یقول لہٗ یعنی "اسکو" کہتا ہے۔ اور اسکو کا مرجع سورج سے بھی زیادہ روشن ہے۔ اور ایک گدھا بھی جانتا ہے۔ کہ اذا اراد شیئاً میں لفظ شئے ہے۔ پس آریو۔ کُنْ کا خطاب خود شئے سے ہوا۔ نہ کہ اس کے مادہ سے۔ اور تمہارے استدلال کا تو سارا تانا بانا اس امر پر تھا۔ کہ کُنْ کا مخاطب مادہ ہے۔ مگر وہ سارا تانا بانا اکھڑ گیا۔ کیونکہ آیت میں نہ اس کے ماقبل نہ اس کے مابعد کہیں بھی مادہ کا ذکر نہیں۔ پس یا تو اس کلام کو مجازی مانو۔ ورنہ اگر حقیقت کا دم چھلہ ہی نکالا ہے۔ تو پھر لہٗ کی ضمیر کے مرجع کے لئے ذرا مادہ کا لفظ قرآن مجید سے دکھاؤ۔ اور دکھا نہیں سکتے۔ تو پھر یوں نہ کہو۔ کہ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ ہر چیز کے بننے سے پیشتر اس چیز کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ اور وہی کُنْ کا مخاطب ہے۔ بلکہ یوں کہو۔ کہ ہر چیز بننے سے پیشتر ہی بنی بنائی گھڑی گھڑائی مکمل صورت و ہیئت میں تیار ہوتی ہے۔ پھر خدا اس بنی بنائی شئے کو کہتا ہے۔ کہ بن جا۔ پھر وہ جو پہلے سے بنی بنائی ہوتی ہے۔ وہ بن جاتی ہے۔ شاید آریہ دماغ ہی قرآن جیسی فصیح کتاب کا یہ بے معنی ترجمہ کرسکتا ہے۔ کہ بنی بنائی کو بھی بننے کا حکم ہوتا ہے۔ اور بنی بنائی بھی شاید بنائی جایا کرتی ہے۔ سچ ہے۔ تعالی اللہ عما یصفون۔ غرض اس آیت کی محض لفظی پابندی کرتے ہوئے حقیقی معنوں سے اس آیت کے کچھ معنی بھی نہیں رہتے۔ اس لئے جیساکہ سوامی دیانند نے مانا ہے۔ کلام کی ایک قسم مجاز بھی ہے۔ اور خود وید میں ہزاروں منتر سوامی صاحب کے نزدیک مجازی ہیں۔ اسی طرح اس آیت کے معنی مجازاً ہم کو کرنے پڑتے ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل دو معنی ہیں:۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ آیت چونکہ عربی میں ہے۔ اس لئے آریوں کو جو عربی سے نابلد ہیں۔ ٹھوکر لگی ہے۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ عربی محاورات کی رو سے اس کے کیا معنی کرنے چاہئیں۔ سو جاننا چاہیئے۔ کہ کُنْ کے معنی عربی محاورہ کی رو سے صرف یہ نہیں۔ کہ کُنْ امر کا صیغہ ہے۔ جس کا کوئی مخاطب ہونا چاہیئے۔ جو اس حکم خداوندی کی تعمیل کرے۔ بلکہ لفظ کُنْ جب عرب لوگ بولتے ہیں۔ تو بعض دفعہ اس کا کوئی مخاطب نہیں ہوتا۔ اس قاعدہ کے نہ سمجھنے سے آریوں کو اس آیت میں کُنْ کا مخاطب تلاش کرنا پڑا کہ کوئی تو ہونا چاہیئے۔ جو کُنْ یعنی ہو جا کا مخاطب ہو۔ اور پھر بعد تلاش بسیار انہوں نے شئے کا مادہ ڈھونڈ لیا۔ اور اسے مخاطب بنایا۔ حالانکہ سارے قرآن میں تلاش کرو۔ تو لہٗ کی ضمیر کے لئے خود شئے کے سوا کوئی مرجع نہ ملے گا۔ پس عرب لوگ یہ لفظ بطور محاورہ جب بولتے ہیں۔ تو گو یہ لفظ اصل وضع کے لحاظ سے امر کا صیغہ ہے۔ اور امر کے صیغہ کے لئے کوئی مخاطب ہونا چاہیئے مگر استعمالاً یہ کوئی مخاطب نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے استعمال سے عرب لوگوں کا صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک غیر موجود چیز کے وجود کے ایسے شائق ہیں۔ یا اس کے موجود ہو جانے کا اس قدر وثوق ہم کو ہے۔ کہ اس شوق یا وثوق کی مقدار بتانے کے لئے ہم خود اس چیز کو مخاطب کر لیتے ہیں۔ جس سے سننے والے سمجھیں۔ کہ ہم کو اس غیر موجود چیز کے موجود ہونے کا اتنا شوق ہے۔ یا اس کے آئندہ کسی زمانہ میں موجود ہو جانے پر اتنا وثوق ہے کہ موجود ہونے سے پیشتر ہم اسکو مخاطب کر رہے ہیں۔ کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ مخاطب اس کو کیا جاتا ہے۔ جو موجود ہو۔ اور موجود بھی سامنے ہو۔ اسکی مثال ایک حدیث بخاری میں آتی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ سرور کائناتؐ جب جنگ تبوک کو تشریف لے گئے۔ تو آپؐ وہاں پہنچ کر مدینہ سے آنیوالے راستہ کی طرف منہ کرکے فرماتے تھے۔ کہ کُنْ اباخیثمہ۔ یعنی ابوخیثمہ صحابی کے لشکر میں آملنے کا آپ کو اس قدر شوق تھا۔ کہ آپ راستہ کی طرف منہ کرکے کُنْ اَباخیثمہ فرماتے تھے۔ جس کے لفظی معنی ہیں۔ کہ تو ابوخیثمہ بن جا۔ اب بھلا سوچو کہ ابوخیثمہ تو اتنی دور ہیں۔ کہ وہاں آپؐ کی آواز بھی جا نہیں سکتی۔ پھر وہ کُنْ کا مخاطب کس طرح ہو سکتے ہیں۔ نیز جس راستہ یا مسافر یا قافلہ یا گرد کو آپؐ مخاطب کرکے کہتے تھے۔ کہ تو ابوخیثمہ بن جا۔ اس میں اگر ابوخیثمہ نہ تھے۔ تب بھی کلام بے مطلب اگر تھے۔ تو تب بھی کلام بے معنی بنتا ہے۔ کیونکہ ہونے والے کو کہنا۔ کہ تو ہو جا۔ یہ تحصیل حاصل ہے جیساکہ کوئی کسی بیٹھے ہوئے کو کہے۔ کہ بیٹھ جا۔ پس لفظی پابندی اس حدیث میں نہیں۔ بلکہ محاورہ عرب کے مطابق معنی کرو۔ جو یوں بنتے ہیں۔ کہ آپؐ کو ابوخیثمہ کے اپنے ساتھ آملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ اور آپ نے لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھے اسکی آمد کا از حد اشتیاق ہے۔ عربی زبان کے محاورہ کے مطابق خود ابوخیثمہ کو جو کہ وہاں موجود نہ تھے۔ کُنْ کہکر مخاطب کیا۔ اس حدیث اور عرب کے محاورہ سے ثابت ہوا۔ کہ لفظ کُنْ سے کبھی اس چیز کو بھی مجازاً مخاطب کر لیا جاتا ہے۔ جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ متکلم کو اس کے ظہور پذیر ہونے کا نہایت شوق ہے۔ یا اس کے وقوع پذیر ہونے کا یقین کامل ہے۔ پس اس محاورہ کے مطابق اب اس آیت کے معنی لو۔ تو مطلب یوں ہوتا ہے۔ کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے۔ تو بعض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دفعہ پورے شوق اور کامل سعی کے باوجود وہ کام نہیں بنتا۔ بلکہ انسان اپنی کسی کوشش کے متعلق بھی علیٰ وجہ البصیرت نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ ضرور بارآور ہوگی۔ مگر اللہ جب کسی چیز کے دنیا میں ظہور پذیر کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو باوجود اس کے کہ وہ فی الحال معدوم ہوتی ہے۔ مگر اللہ مالک الملک کو محض اپنے ارادہ کر لینے سے اس کے موجود ہونے کا اس قدر یقین اور وثوق ہے۔ کہ وہ اس یقین اور وثوق کو لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے اس معدوم کو مخاطب کر لیتا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں۔ کہ وہ شے باوجودیکہ اس وقت معدوم ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا اس کے موجود کرنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے اب اسے ایسا ہی سمجھو۔ جیسا کہ موجود چیز ہوتی ہے۔ غرض کُنْ کے لفظ نے یہ نہیں بتایا۔ کہ وہ چیز جس کے بنانے کا خدا ارادہ کرتا ہے۔ وہ خود یا اس کا مادہ پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ جس سے وہ چیز بنائی جاتی ہے۔ بلکہ محاورہ کی رو سے اس آیت میں کُنْ کے لفظ نے صرف اتنا بتایا۔ کہ انسان بعض دفعہ کسی امر کا پختہ ارادہ بھی کرے۔ مگر ضروری نہیں۔ کہ وہ کام ہو جائے بلکہ انسان کا ارادہ ٹوٹ بھی جایا کرتا ہے۔ مگر خدا کا محض ارادہ کر لینا ہی ایسا زبردست ذریعہ ہے۔ کہ اب اس چیز کو جس کے بنانے کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ گو وہ ابھی معدوم ہے۔ معدوم نہ سمجھو۔ بلکہ ایسا سمجھو۔ کہ گویا وہ موجود ہے۔ پس کُنْ کا خطاب چیز کی فی الحال موجودیت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس کے آئندہ موجود ہونے کے یقینی ہونے کے لئے ہے۔ اور یہ محاورہ صرف امر کے صیغہ کے ذریعہ ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ قرآن مجید میں آئندہ ہونے والے سینکڑوں واقعات کو ماضی کے صیغوں میں ادا کیا گیا ہے۔ حالانکہ ماضی کا صیغہ ان واقعات کے لئے ہوتا ہے۔ جو وقوع پذیر ہو چکتے ہیں۔ مگر قرآن مجید ماضی کا صیغہ ان واقعات کے ہونے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جنہوں نے ابھی ہزاروں لاکھوں برسوں کے بعد ظہور پذیر ہونا ہے۔

یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ خدا کا علم غیر مبدل ہے۔ اسکو چونکہ یقین کامل ہے۔ کہ یہ واقعات ضرور ہو جائیں گے۔ ہرگز نہ ٹلیں گے۔ اس لئے اپنے علم کامل کے اظہار کے لئے صیغۂ ماضی استعمال کرتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے۔ کہ چونکہ ان واقعات کا ہونا لابدی اور ان کا ظہور ایک اٹل امر ہے۔ اس لئے گو ہوں گے تو وہ لاکھوں برس بعد مگر ہیں ایسے یقینی الوقوع کہ تم ایسا سمجھو کہ گویا ہو چکے ہیں۔ اسی طرح کُنْ کا لفظ بھی ہے۔ یہ ہر جگہ مخاطب کے موجود ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ بعض دفعہ غیر موجود آئندہ ہونے والے وجود کے وقوع پذیر ہونے کے یقینی ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا چیزوں کو مادہ سے بناتا ہے۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے۔ کہ خدا جس معدوم کو موجود کرنے کا ارادہ کرے۔ اس کا ارادہ ہی کافی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ارادہ ہو اور پھر نیست سے ہست نہ ہو

لطیفہ:۔ عجیب امر یہ ہے۔ کہ جو آیت نیست سے ہست ہونے کا ثبوت تھی۔ اسی کو آریہ اسکی تردید میں پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کہے۔ کہ اس آیت میں کہاں لکھا ہے۔ کہ خدا نیست سے ہست کرتا ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ ذرا لفظ اِنَّمَا کے حصر کو دیکھو۔ کیونکہ اِنَّمَا کے معنی ہیں۔ صرف۔ یعنی انسان جب کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے۔ تو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک انسانی منشاء دوسرے اس چیز کا مادہ مثلاً میز تبھی بن سکتی ہے۔ جب بنانے والے کا منشاء ہو۔ اور لکڑی بھی مل جاوے۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی ترکھان صرف اپنے منشاء اور ارادہ سے میز بنا لے۔ بلکہ ہزار منشاء ہو اور لاکھ ارادہ ہو۔ کبھی یہ ارادہ اور منشاء پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے پورا کرنے کے لئے میز کی علت مادی یعنی لکڑی نہ دستیاب ہو۔ غرض انسان کے محض ارادہ سے کوئی چیز نہیں بن سکتی۔ مگر اللہ مالک الملک قادر مطلق سروشکتیمان کے لئے یہ قاعدہ نہیں۔ بلکہ اِنَّمَا اَمْرُہٗ یعنی اس کے لئے صرف یہی کافی ہے۔ کہ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ کہ وہ حکم دے دے۔ کہ کوئی چیز ہو جاوے۔ وہ چیز ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے علت مادی کی ضرورت نہیں دیکھو اِنَّمَا کے معنی ہیں صرف یعنی اللہ کے لئے صرف ایک امر کی ضرورت ہے۔ اور وہ اس کا حکم یعنی ارادہ ہے۔ ارادہ ہوا اور چیز موجود ہوئی۔ انسان کی طرح علاوہ ارادہ کے علت مادی کی ضرورت نہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ آریو! یہ آیت تو نیستی سے ہستی کی دلیل تھی۔ تم کس طرف بہک رہے ہو۔

دوسرے معنی:۔ یہ معنی حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضؓ نے تصدیق براہین احمدیہ میں کئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔ کہ کُنْ کو اگر مجازی معنی کی طرف نہیں لے جاتے۔ بلکہ کُنْ کے لئے کوئی مخاطب ضرور ہی تجویز کرتے ہو۔ تو بھی آیت شریفہ کے ایک معنی بن سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ کُنْ کا مخاطب چیز کا مادہ نہیں۔ کیونکہ مادہ کا لفظ متن کلام میں موجود نہیں۔ نہ چیز کا خارجی وجود ہے۔ کیونکہ اس نے بننا ہے۔ بلکہ کُنْ سے مخاطب اس آئندہ بننے والی چیز کا علمی وجود ہے۔ جو ہمیشہ سے اللہ کے علم میں ہے۔ پس وہ علمی وجود جو اللہ کے علم میں ازل سے ہے۔ جب اس کے خارجی وجود کے بننے کا وقت آتا ہے۔ تب اللہ اس علمی وجود کو حکم دیتا ہے۔ کہ اب تو خارجی وجود بن جا۔ پس وہ علمی وجود سے خارجی وجود بن جاتا ہے۔ مگر اسکا بھی یہ مطلب نہیں۔ کہ علمی وجود کوئی مادی چیز ہے۔ کہ وہ خارجی وجود کے لئے علت مادی کا کام دیتا ہے بلکہ علمی وجود سے خارجی وجود ہو جانے کے صرف یہ معنی ہیں۔ کہ پہلے اشیاء کا وجود محض علمی ہوتا ہے۔ کہ ازلی علیم کے ازلی علم میں تمام اشیاء ہیں۔ پھر اس کے ازلی ارادہ کے ماتحت جب ان اشیاء کے خارجی وجود کا وقت آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اب صرف علمی وجود ص

(باقی آئندہ) (از محمد اسحاق)

ص نہ رہے۔ بلکہ خارجی بھی ہو جاوے۔ اللہ کے اس فرمانے سے اور صرف فرمانے سے ایسا ہو جاتا ہے۔ انسان کی طرح دو باتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ ارادہ بھی ہو۔ اور علت مادی بھی ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۱۲)

اعتراض ۲۱۔ اگر مسیح موعود نے محمد رسول اللہ ہونے دعویٰ کیا۔ تو اس سے آپ کی شان کوئی بڑھ نہیں گئی۔ کیونکہ ایسا دعوے پہلے اولیاء نے بھی کیا ہے۔

جواب :۔ یہ محض غلط اور سراسر غلط ہے۔ کہ کامل بروز محمد صلعم آج تک کسی ولی یا مجدد یا محدث یا قطب یا غوث نے کیا ہو۔ لیکن اگر کسی نے اپنے آپ کو محمد و احمد کہا۔ تو اس سے اس کا دعویٰ شرعاً متحقق نہیں ہو سکتا۔ مسیح موعود کا دعوے تو نص صریح آیت کریمہ و آخرین منہم سے متحقق ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کا محمد رسول اللہ صلعم ہونا منصوصہ ہے برخلاف ہر ایک ایسے مدعی کے جس نے اپنے دعوے کے لئے کوئی نص صریح پیش نہیں کی۔

اعتراض ۲۲۔ کیا صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ یا کسی اور کا بھی۔

جواب :۔ ایک اور صرف ایک۔ یعنی مسیح موعود ہی صرف وہ بروزی وجود ہے۔ جس کا وعدہ قدیم سے دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں :۔ "بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں۔ جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا۔ وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۱۱)

اس حوالہ سے جہاں ایک طرف مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بجز بروزی وجود کے اور کوئی نبی کہلا نہیں سکتا۔ پس چونکہ صرف ایک ہی موعود بروزی وجود ہے۔ یعنی مسیح موعود لہذا صرف ایک ہی نبی کہلانے کا مستحق ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ ایک اور صرف ایک ہی بروز محمد صلعم ہونے کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں :۔ "ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں"۔ پھر فرمایا :۔ "ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آیت و آخرین منہم سے ظاہر ہے"۔ پھر فرمایا :۔ "انا اعطیناک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صـ۱۱) پس چونکہ مسیح موعود ہی وہ بروزی وجود ہے۔ جس کا وعدہ قرآن شریف اور قدیم سے دیا گیا ہے۔ اس لئے صرف مسیح موعود ہی مخصوص ہے۔ جو کہ نبی اور رسول کہلا سکتا ہے۔ اور اگر دوسرے اولیاء ابدال اور مجددین وغیرہ بھی مسیح موعود کی طرح نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔ تو پھر لامحالہ وہ بھی بروز محمد صلعم ہوں گے۔ اس صورت میں کثرت کا ہونا لازم آیا۔ حالانکہ قرآن شریف میں کثیر بروزی وجودوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ ایک اور صرف ایک کامل بروزی وجود کا ذکر ہے۔ جس کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود مہدی معہود ہے۔

اعتراض ۲۳۔ مسیح ابن مریم کے ابن اللہ ہونے میں اور مرزا غلام احمد کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ حضرت مسیح ابن مریمؑ حقیقت الٰہیہ کے مظہر تام نہ تھے۔ لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے مظہر تام تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ مجاز دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک مجاز حقیقی اور دوسرے مجاز غیر حقیقی۔ حقیقی مجاز کی تو مثال یہ ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقتاً ہماری مائیں نہیں۔ نہ ہی انہوں نے ہمیں جنا۔ نہ ہی انہوں نے ہمیں دودھ پلایا ہے۔ لیکن شرعاً وہ مائیں ہیں۔ اور باوجود ہماری حقیقی اور اصلی مائیں نہ ہونے کے اپنے اندر وہی حقیقت اور حیثیت رکھتی ہیں۔ جو کہ ہماری اصلی حقیقی مائیں رکھتی ہیں۔ لیکن مجاز غیر حقیقی میں یہ بات پائی نہیں جاتی۔ جیسے کہ ہم کسی بوڑھی عورت کو اپنی ماں کہدیویں۔ تو اس سے وہ شرعاً ہماری ماں نہیں کہلا سکتی۔ سو یہی حال حضرت مسیح ابن مریم اور حضرت مسیح موعود میں ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم مجاز غیر حقیقی کے رنگ میں ابن اللہ تھے۔ لیکن مسیح موعود حقیقت محمدیہ کے کامل بروز یا مظہر اتم تھے اس لئے وہ شرعاً محمد رسول اللہ صلعم کی ہی حقیقت اور حیثیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے کو حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے سے تشبیہ دینا غلط اور محض غلط ہے۔ حضرت صاحب کے محمد رسول اللہ صلعم ہونے میں حقیقت شرعی مقصود ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے سے حقیقت معنوی مقصود ہے۔ وہ مجاز حقیقی ہے۔ اور یہ مجاز غیر حقیقی۔

اعتراض ۲۴۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے :۔ کہ "ظلی نبوت جس کے معنے ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا اس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے"۔ صـ۲۸۔ اور دوسری طرف فرمایا کہ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ وسلم کا ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت۔" ص۱۵۔ پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ مسیح موعود انہی معنوں میں نبی اور رسول تھے۔ جن معنوں میں دوسرے اولیاء اور مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔

جواب:۔ صفحہ ۲۸ کی عبارت میں نبوت کے معنے لکھے گئے ہیں۔ نہ نبوت کی اصطلاح۔ اور ہم مانتے ہیں۔ کہ معنوں کے لحاظ سے جو نبوت ہے۔ یعنی وحی پانا۔ سو اس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص جو وحی پاتا ہے۔ وہ نبی نہیں کہلا سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔ "اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص کیا جاوے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹)

پس نبی کہلانے کے لئے کثرت وحی اور کثرت اظہار امور غیبیہ شرط ہے۔ اور یہ شرط باتمام وکمال صرف مسیح موعود میں متحقق ہے۔ لہذا مسیح موعود کا ہی شرعی اصطلاح میں نبی کہلانا متحقق ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے کا لغوی معنوں میں نبی اور رسول ہونا پایا جاتا ہے۔ اور علاوہ اس کے اگر مسیح موعود کی اس عبارت صفحہ ۲۸ والی سے یہی مراد ہے۔ جو پیش کیا گیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۸ ہی کے حاشیہ پر یہ نہ درج کرتے۔ کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت کی وجہ سے ہزارہا اولیاء ہوئے۔ اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے۔ اور نبی بھی"۔ ص۲۸ حقیقۃ الوحی۔ پس یہاں پر صرف ایک کو نبوت تامہ سے مخصوص ٹھہرایا گیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت گو ظلی ہی تھی۔ یعنی فیض محمدی سے ہی تھی۔ لیکن وہ اپنی کیفیت اور کمیت میں اس کمال کو پہنچ چکی تھی۔ جس کمال پر جا کر ایک نبی کو نبی کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کی نبوت نبوت ظلیہ کاملہ تھی۔ اور آپ ہی ایسے فرد مخصوص ہیں۔ جو نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ "اور مسیح موعود کی نبوت ظلی ہے۔ کیونکہ وہ بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بروز کامل ہونا سوائے مسیح موعود کے اور کسی بھی فرد امت محمدیہ کے لئے مقدر نہیں۔ لہذا نبی کہلانا بھی صرف مسیح موعود ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اعتراض ۲۵۔ آیت واٰخرین منہم سے کہاں سے یہ ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے لباس میں محمد رسول اللہ صلعم بھی تھے۔

جواب۔ از مسیح موعود۔ "آیت واٰخرین منہم سے ظاہر ہے۔ کہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ ×××× اور افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے۔ اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے۔ پس اس صورت میں بروزی طور پر محمد رسول اللہ صلعم کا آنا ماننا پڑا۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۴)

اعتراض ۲۶۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد صرف ایک ہی فرد نبی کہلانے کے لئے مخصوص ہے۔ تو خاتم النبیین کے کیا معنی ہوئے۔ جس میں النبیین صیغہ جمع ہے۔ اور دوسرے مماثلت سلسلہ موسویہ کی ثابت نہیں ہوتی۔ اگر سلسلہ موسویہ میں بہت سارے انبیاء نہ ہوں۔

جواب۔ حضرت مسیح موعود گو وجود میں ایک ہیں۔ مگر حیثیت میں شان میں ایک لاکھ بیس ہزار نبی کی حیثیت اور حقیقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ چنانچہ خدا نے فرمایا ہے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء جس کی نسبت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ "اس زمانہ میں چاہا۔ کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ میں ہوں"۔ (براہین ص۹۰) اور نزول المسیح میں فرمایا:۔ کہ کل انبیاء (میرے آنے سے) اس امت میں پیدا ہو گئے"۔ ص۳۔ گویا مسیح موعود کا وجود ایسے طور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو ایک نہیں بلکہ بہت سے انبیاء کے وجود کا حکم اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس اس طور سے کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کشف میں دیکھا۔ کہ آپ کے پیچھے ایک ہی صف میں اور ایک ہی وقت میں کل انبیاء نے نماز ادا کی۔ پس یہ کشف دلالت کر رہا ہے۔ کہ آپ کے بعد کل انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوں گے۔ جو آپ کے متبعین میں سے ہوں گے۔ لیکن ایک ہی صف اور ایک ہی وقت سے یہ امر ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ کل انبیاء کا آنا صرف ایک ہی وجود اور ایک ہی وقت میں ہوگا۔ واذا الرسل اقتت میں بھی یہ بتایا۔ سو وہ مسیح موعود کے وجود سے پورا ہوا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ النبیین میں آپ سے پہلے انبیاء بھی شامل ہیں۔ ان سب انبیاء کی نبوت بھی آپ ہی کی تصدیقی مہر سے ثابت ہوئی۔ کیونکہ نہ ان کی صحیح تعلیم ہمارے پاس موجود تھی۔ نہ صحیح نشانات اور نہ صحیح کتابیں آپ ہی کی مہر نبوت سے انکی نبوت کی تصدیق ہوئی۔

اعتراض ۲۷۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مسیح موعود کی نبوت کسبی تھی وہبی نہ تھی۔

جواب۔ یہ محض افتراء ہے۔ نبوت کبھی کسبی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس موہبت کے لئے کونسا طریق استعمال ہوا۔ بیشک حضرت مسیح موعود کی نبوت براہ راست نہ تھی۔ بلکہ بالواسطہ تھی۔ کیونکہ ایک طرف ختم نبوت کی وجہ سے بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور دوسری طرف ایک نبی اللہ کا آنا مقدر ہو چکا ہے۔ تا محمدی سلسلہ کا تقابل موسوی سلسلہ سے پورا ہو جاوے (تذکرۃ الشہادتین ص۶۲) پس اس لئے اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ ص۵ حاشیہ۔ پس مسیح موعود کی نبوت کسبی تو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ بلکہ وہبی ہی تھی۔ ہاں ختم نبوت کا نشان قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے نبوت کو آنحضرت صلعم کی پیروی سے وابستہ کر دیا۔ مسیح موعود کا نبی ہونا گویا بالواسطہ طریق سے ہے۔ لیکن کسبی نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس گو موجبات میں فرق ہے۔ لیکن اصلیت اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔

اعتراض ۲۸۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب[۵] ایسے بروز محمد صلعم تھے۔ کہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔

جواب:۔ بے شک وہ چونکہ حقیقت محمدیہ کے کامل بروز تھے۔ اس لئے انکار بھی ویسے ہی ہے۔ جیسے کہ حضرت نبی کریم کا خود۔ اور اگر حقیقت محمدیہ میں یہ داخل ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا انکار کفر ہے۔ تو پھر لامحالہ مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہوگا۔ کیونکہ وہ "ہر ایک بات میں وجود محمدی میں داخل ہیں"۔ نزول المسیح ص۳

[۵] حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ "اور غیر الرسل کی رد عائیت نے اپنے ظہور کے لئے ضرور کہا ہے۔ کہ ایک رسول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری محترمہ بیوی کی وفات پر تعزیت کے خط

(از محترم چودھری غلام قادر صاحب نمبردار اوکاڑہ)

(۴)

مخدوم و محترم جناب میر صاحب۔ سلامت باشد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

جنابہ ہمشیرہ صاحبہ کے انتقال کی خبر میرے

لئے سخت صدمہ کا باعث ہوئی۔ نہ صرف اس

وجہ سے کہ آپ کے ساتھ مجھے دیرینہ تعلقات

نیازمندی حاصل ہیں۔ بلکہ ان احسانوں و

حسن سلوک کی یاد اب تک میرے دماغ میں

باقی ہے۔ جو میرے قیام دہلی کے ایام میں

آپ کے مکان پر رہائش کی وجہ سے مجھے

نصیب ہوئے تھے۔ جب سے اخبار میں مرحومہ

کے انتقال کی خبر میں نے پڑھی ہے۔ غم و

افسوس مجھے اب تک افسردہ خاطر کئے ہوئے

ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ان عنایات کے

بدل میں مرحومہ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔

سوائے اس کے کہ ایک عرصہ تک مرحومہ کے

لئے درگاہِ رب العزت میں دعائے مغفرت

عرض کرتا رہوں۔ آپ کے خانگی حالات سے

پوری واقفیت رکھنے کی بناء پر میں اس تکلیف

کو خوب محسوس کر رہا ہوں۔ جو آپ کو مرحومہ

کی جدائی کی وجہ سے ہو رہی ہوگی۔ جس تابعداری

اور محبت کے ساتھ مرحومہ نے آپ کے ساتھ

ایام بسر کئے ہیں۔ اسکی نظیر بہت کم ملے گی۔ میں

سمجھتا ہوں۔ کہ دنیوی لحاظ سے آپ کی زندگی

ضرور تلخ ہو گئی ہوگی۔ کیونکہ اس نقصان کا

بدل اب ناممکن ہے۔ مگر یہ خیال کر کے کہ آپ

مذہبی انسان ہیں۔ اور بوجہ اپنی خداداد معرفت

کے اس مقام پر پہنچ گئے ہوئے ہیں۔ جہاں

ایسے صدمات برداشت کرنے کوئی مشکل امر نہیں

رہتا۔ میری طبیعت حوصلہ پکڑ جاتی ہے۔ کہ

آپ اس صدمہ کو بخوشی برداشت کر لیں گے۔

اس لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ

کو اپنی جوار رحمت میں جگہ بخشے۔ اور آپ کو اور

آپ کے دیگر عزیزوں کو صبر جمیل عنایت

فرمائے۔ آمین۔ عزیز محمد عمر وغیرہ کے ساتھ

میری طرف سے اظہار ہمدردی کریں۔

دیرینہ خادم خاکسار غلام قادر نمبردار اوکاڑہ

(۵)

(از مکرمی مولوی محمد صاحب ایم اے انسپکٹر سکولز مدارس)

مخدومی و مکرمی حضرت میر صاحب۔ السلام علیکم

ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اخباروں میں جناب کی

اہلیہ محترمہ کے وفات کی خبر پڑھ کر نہایت

افسوس ہوا۔ مرحومہ نہایت اعلیٰ اخلاق

کی خاتون تھیں۔ میری ہر دو بیویوں سے

عزیزوں سا سلوک کرتی تھیں۔ اور نہایت

لطف و کرم سے پیش آتی تھیں۔ خدا ان کو

غریق رحمت کرے۔ اور آپ کو اور دیگر

عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ فقط والسلام۔

قوت مردانہ اور مایوس مریضوں کی سچی رفیق

خطہ بنگال کی مشہور و معروف دوا یادگار بنگالی

ساٹھ بوٹیوں کا جوہر

امرت بوٹی رجسٹرڈ یادگار بنگالی

امرت بوٹی ان نوجوانوں کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ جنہوں نے عالم شباب میں خود اپنے ہاتھوں سے یا کثرت جماع سے موتیوں کے برابر تولنے والی مردانہ طاقت کو زائل اور برباد کر ڈالا ہو۔ یا ان عمر رسیدہ لوگوں کے لئے اکسیر نایاب ہے۔ جن کی امنگیں بدستور قائم ہوں۔ مگر جسم اور اعضائے مخصوص کے پٹھوں سے اصل طاقت خارج ہو چکی ہو۔ امرت بوٹی کا سب سے اول اثر معدہ اور جگر پر ہوتا ہے اس کے استعمال سے جریان۔ کثرت احتلام سستی کمزوری دور ہو کر پانی کی طرح پتلی اور بہتی ہوئی قوت مردانہ شہد کی طرح گاڑھی ہو جاتی ہے۔ جوش جوانی کا لطف اٹھانے والے امرت بوٹی استعمال کریں۔ ۱۰۰ گولی کی شیشی عہ ۱۲ر ۵۰ گولی عہ ۲۵ گولی ۱۴ر۔ مریض کے حالات پہنچنے پر **امرت طلاء** جو بالکل بے ضرر ہے شیشی کلاں عہ نصف شیشی ۸ر روانہ کیا جاتا ہے۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب

موذی مرض سیلان الرحم کے لئے زود اثر دوا

لیکورائن لیکوریا یعنی سیلان الرحم کی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدویات آپکو ملیں گی۔ میں اپنی محترم بہنوں کی خدمت میں عرض کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ لیکورائن ہر حالت میں آپکی سچی ہمدرد اور مددگار ہوگی۔ لیکورائن کے استعمال سے کمی خون۔ سر کا درد۔ چہرہ کی بے رونقی۔ کمر درد۔ سانس کا چڑھنا۔ دل کی کمزوری۔ نیلی پیلی رطوبت کا اخراج۔ بھوک کی کمی۔ گلہ کی خراش۔ نزلہ۔ کھانسی۔ دائمی قبض سب دور ہونگی۔ جسم میں نئی قوت اور نئی تازگی پیدا کر کے آپکی گود کو نایاب موتیوں سے مالا مال کر دیگی۔ ایکماہ کی پوری خوراک ۶۰ گولی عہ ر علاوہ محصول ڈاک۔

ایل النساء بیگم حاذق معرفت احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب